پچیسواں باب

اہالیان شہر سے ایک متنوع موضوعاتی گفتگو

۴۸: سُوۡرَۃُ السَّجۡدَۃ : [۳۲-۲۱ اُتۡلُ مَآ اُوۡحِیَ]

نزولی ترتیب پر ۴۸ویں تنزیل، ۲۱ویں پارے میں سورۃ نمبر ۳۲

۱۸۵ قریش کے درمیان ساڑھے تین ہزار سال بعد ایک نبی آگیا!

۱۸۷ مومنین اور منکرین کے درمیان ایک واضح فرق ضروری ہے

۱۸۹ اللہ کی کتاب یا تو حاملین کو حکمراں بناتی ہے یا اللہ کے انتقام کا نشانہ

پچیسواں باب

اہالیان شہر سے ایک متنوع موضوعاتی گفتگو

۴۸: سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ : [۳۲-۲۱اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ]

مکہ کی ہر محفل میں بازاروں میں اور حرم کے گرد چوپالوں میں ایک ہی موضوع ہے کہ محمدؐ کیا نیا دین لے کر آیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اب سب اس کے مطیع بن جائیں، ہم کمائیں اور وہ ہمیں بتائے کہ کہاں خرچ کر سکتے ہیں اور کہاں نہیں خرچ کر سکتے! وہ عجیب بات کہتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے، کیوں نہ وہ ہمارے سارے باپ دادا کو زندہ کر دکھائے، کم از کم قریش کے جد امجد قصی کو تو ضرور زندہ کر دکھائے اور ہم اُس سے پوچھیں گے کہ یہ محمدؐ صحیح کہتا ہے یا بس یوں ہی ہمارا سردار بننے کا چکر یا ہماری ساری دولت اکٹھی کرنے کا معاملہ ہے، یہ تو بڑی ہی خراب بات ہے کہ وہ ہمارے معبودوں کو کہتا ہے کہ یہ کسی کام نہیں آسکتے، اِن کی نذر و نیاز، ان کے آگے قربانی اور چڑھاوے سب بے کار ہیں، ارے یہ تو ہمارے معبودوں کو گالی دینے سے بھی زیادہ بری بات ہے۔ پھر باتوں میں بات آگے بڑھ جاتی اور قصے نکلتے اُن لوگوں کے جن کے محمدؐ پر ایمان لانے کا ان کو پتا چل جاتا تھا، ہاتھ ملتے اور کہتے اگر اس کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو یہ ایک دن اکثریت کو گم راہ کر دے گا، سرداروں کو یہ غم کھائے جاتا کہ اُن کی سرداری جائے گی، اُن کی مطلق العنانی جائے گی، اُن کی لیڈر شپ کو کوئی تسلیم نہیں کرے گا سب محمدؐ کا کلمہ پڑھ لیں گے۔ وہ ہمیں کھانا کھانے اور پیشاب پخانے سے طہارت لینے تک کے طریقے بتائے گا، عجیب بات ہے، واہ، کیا عجیب بات!

ہر روز ایک نئی کہانی اور نیا اعتراض ہم کر تو لیتے ہیں، مصیبت یہ ہے کہ ہم ابھی اعتراض کر ہی پاتے ہیں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس دعوے کے ساتھ کہ اللہ نے تمھارے سوال کا یہ جواب بھیجا ہے ہمیں ایسی دل نشین آیات سنا دیتا ہے کہ ہم کچھ کہنے، سننے کے قابل نہیں رہتے۔ پتا نہیں شاعر ہے یا جادو گر، نہیں نہیں ہم نے شاعر اور جادو گر دیکھے ہیں، یہ تو محمدؐ ہے ہاشم کا پوتا، ہمارے درمیان بڑا ہوا، یہ نہ جادو گر ہے نہ شاعر یہ تو بہت ہی عمدہ بات کرتا ہے، سچ بولنے والا میٹھی زبان ایسی کہ زبان سے موتی جھڑتے ہوں، ایسا کرو کہ اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ باتیں ہو رہی ہوتیں کہ کوئی توجہ دلاتا

کہ ارے تم پر تو لگتا ہے اس کا جادو چل گیا ہے کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے ہو ایسا نہ ہو کہ لات و عزیٰ کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑے، چلو چلو توبہ کرو، کوئی کہتا نہیں نہیں کہنے دو لگتا ہے صحیح کہہ رہا ہے، ہمیں محمدؐ کی بات سننی چاہیے، ہم کوئی فاتر العقل تو نہیں کہ اُس کی بات سنتے ہی اُس کا جادو ہم پر چل جائے گا، کوئی کہتا کہ میں تو کل کعبے کے پردے کے پیچھے جا کر اس کی تلاوت سنوں گا، دوسری آواز اُٹھتی خبر دار ایسا ہر گز نہ کرنا اور پھر یہ ہوتا کہ کئی لوگوں کی جو ادھر اُدھر محفلوں میں اُس کی بات سننے کو منع کر رہے ہوتے کعبے کے پیچھے اس دل نشیں آواز کو سننے کے چکر میں مل جاتے اور ایک دوسرے سے شرماتے اور آئندہ نہ آنے کا عہد کرتے اور پھر کسی روز دوبارہ پردے کے پیچھے ملاقات ہوتی۔ انہی دنوں کی بات ہے ابھی لاتوں، گھونسوں اور ڈنڈوں سے بات کرنا مشرکین نے شروع نہیں کیا تھا، پانچواں سال اپنے آٹھ نو ماہ گزار چکا تھا کہ یکے بعد دیگرے کئی سورتیں نازل ہوئیں اُن میں پہلی سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ ہے آئیں اُس کا مطالعہ کریں۔ نزولی اعتبار سے یہ پہلی سورۃ ہے جس میں بنی اسرائیل کا تذکرہ آیا ہے۔

۴۸: سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ : [۳۲-۲۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ]

قریش کے درمیان ساڑھے تین ہزار سال بعد ایک نبی آ گیا!

اس سورۃ کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ اہلِ مکہ اور قرب و جوار کے لوگ اس نعمت کا ذرا خیال کریں کہ معمارانِ کعبہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی موت کے بعد سے اب تک کوئی نبی اس شہر میں نہیں آیا کہ یہاں کے باسیوں کو توحید کے انکار اور آخرت کی ہولناکیوں سے ڈراتا! اور اب جب کہ یہ ساڑھے تین ہزار سال بعد ایک ایسا شخص اللہ نے مبعوث کر دیا ہے تو ان کو تو اپنی خوش بختی پر ناز کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ سورہ الٓمّٓ (یہ سورہ کا قرآنی نام ہے) ہے۔ یہ کتاب بِلا شبہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔ اے اللہ کے رسول! کیا توحید و آخرت کے انکاری کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن اپنے دل سے گھڑ لیا ہے؟ نہیں، نہیں یہ تو تیرے رب کی جانب سے سچی کتاب ہے تاکہ تو ایسی قوم کو ڈرائے کہ جس کے پاس تجھ سے پہلے کوئی توحید کے انکار اور آخرت کی ہولناکیوں سے ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ رستے پر آ جائیں۔............................[مفہوم آیات ۱-۲]

آگے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ دنیا، انسانیت اور اس کائنات کی تمام چیزیں، کوئی بے مقصد کھیل کھلونا

نہیں، اسے اللہ نے نہایت اہتمام اور منصوبہ بندی سے پیدا کیا اور براہِ راست اس کا انتظام وانصرام فرما رہا ہے۔ وہی عرشِ بریں سے سارے احکامات نازل فرماتا ہے اور کائنات کے سارے احوال اُس کی نظروں میں ہیں اور صرف اور صرف اُسی کے حضور تمام انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ پیش ہوتا ہے، اِن کے کسی بناوٹی معبود یا کسی مفروضہ بزرگ کے سامنے یہ اعمال پیش نہیں ہوتے۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو چھ دِنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا، اُس کے سوا تمھارا کوئی کارساز، داتا، دست گیر، حامی و مددگار اور مشکل کشا ہے اور نہ کوئی اُس کے عذاب اور غصے سے بچانے کے لیے شفاعت و سفارش کرنے والا، ارے تم کیا ہوش کے ناخن نہ لو گے؟

آسمان وزمین کو پیدا کر کے نہ وہ تھکا، نہ اُس نے آرام کیا اور نہ کسی دوسرے قطب واوتار کے سپرد کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ آسمان سے زمین تک دُنیا کے تمام معاملات کا تنہا اپنی مرضی سے ارادہ وانتظام (Planning, Execution and Monitoring) کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد [جس میں تمام انسانوں کی کارکردگی کی رپورٹ شامل ہے] اُوپر اُس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمھارے دنیاوی ماہ وسال کے حساب سے ایک ہزار سال بنے! وہی ہے ہر غائب اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست اور رحیم..... واہ وا! جو چیز بھی اس نے بنائی ہے کیا خوب بنائی ہے۔ اُس نے انسان کی تخلیق میں پہلے مٹی کے گارے کو استعمال کیا، پھر اُس کی نسل کا سلسلہ ایک ایسے مادے سے چلایا جو گندے مائع کی مانند ہے، پھر اس کو اول تا آخر سجایا بنایا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دِل بنائے۔ مگر تم لوگ کم ہی اس احسان کا احساس کرتے ہو کہ شکر کر سکو۔....... [مفہوم آیات ۳-۹]

منکرینِ یومِ جزاوسزا کے پاس کوئی دلیل نہیں، انکار محض ایک نفسیاتی معاملہ ہے

منکرینِ قیامت و توحید جو اعتراضات پیش کر رہے تھے، بالکل فضول تھے وہ اُن کی درپردہ اس ذہنی کش مکش کا نتیجہ تھے کہ وہ اللہ کے حضور حاضری سے نظریں چرا رہے تھے، آنے والی آیات میں اس ذہن (mind-set) کا تذکرہ اور توحید و آخرت کے انکاریوں کی قیامت کے روز پریشانی، پشیمانی اور بے سود چیخ پکار اور ہائے وائے کا منظر نامہ ہے۔

اور یہ لوگ کہتے ہیں جب ہم مٹی میں مل ملا کر نابود ہو چکے ہوں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے ؟ یہ جانتے ہیں کہ اس کائنات کے اور اُن کے خالق سے یہ بات ہر گز بعید نہیں ہو سکتی، اصل بات جس کو یہ منہ پر نہیں لا رہے وہ یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں اِن سے کہو" موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ دہرائے جانے کے قابل تمھاری تخلیق اور کارناموں کے پُورے کے پُورے ریکارڈ کو اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر کیا مشکل ہے کہ تم اپنے رب کی طرف تخلیقِ نو کے بعد پلٹالائے جاؤ اپنے نامہ اعمال کے ساتھ !

کاش تم وہ وقت دیکھ پاتے جب یہ توحید و آخرت کے انکاری مُجرمین شرم سے سر جھکائے اپنے رب کے سامنے اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہوں گے ، اے ہمارے رب، ہم نے حقیقت دیکھ لی اور سُن لی، دنیا میں ہمیں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب تیری باتوں پر یقین آ گیا ہے۔ جواب میں کہا جائے گا کہ اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی دنیا میں ہر آدمی کو سیدھے رستے چلا دیتے مگر میری وہ بات پُوری ہو گئی جو میں نے تمھاری تخلیق کے وقت کہی تھی کہ میں جہنّم کو [اپنے نافرمان] جِنوں اور انسانوں سے بھر چھوڑوں گا پس اب اپنی اِس آخرت فراموشی کا مزا چکھو کہ تم نے اس دن کی ملاقات کا انکار کیا تھا اور ہم کو بھلا دیا تھا، ہم بھی اب آج تمھیں بھلا بیٹھے ہیں اب اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہیشگی کے عذاب کے مزے اٹھاؤ"۔...[مفہوم آیات ۱۰-۱۴]

مومنین اور منکرین کے درمیان ایک واضح فرق ضروری ہے۔

اگلی آیات میں مکہ میں جاری کش مکش کے دوران ان دونوں گروہوں کے درمیان ایک واضح فرق کا تذکرہ ہے ایک گروہ اللہ کا مطیع و فرماں بردار ہے اور دوسرا گروہ دنیا پرست، نفس کا پجاری۔ اس زمین پر جب بھی دین کے اظہار [غلبے] کے لیے کش مکش برپا ہو گی دونوں گروہوں میں اسی طرح کا ایک نمایاں فرق نظر آنا ضروری ہے۔ اگر دونوں گروہوں کے درمیان عادات و اعمال اور طرزِ زندگی میں واضح فرق نہ ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی تبدیلی آ سکے، ہماری گذشتہ ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ میں بسا اوقات دین کے نام پر نفس کے بندے اپنے اقتدار اور اپنے نفس کی تسکین کے لیے مصروفِ عمل رہے لیکن وہ، کبھی بھی وہ سیرت اپنے اندر نہ پیدا کر سکے جس کو قرآن یہاں اہلِ ایمان کے طرہ امتیاز

کے طور پر پیش کرتا ہے

ہماری آیات پر تو جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کا حال یہ ہے کہ جب اُنھیں ان آیات کو سُنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے رب کے حضور سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اس کی تعریف اور شکریے کے ساتھ اس کی ہر شرک اور منکرین کی اُن لغو باتوں سے پاکی بیان کرتے ہیں جو وہ اللہ کے بارے میں بناتے ہیں اور غرور و تکبر نہیں کرتے [مفہوم آیت سجدہ]۔

راتیں اُن کی عبادت میں اس طرح بسر ہوتی ہیں کہ اُن کی کمر بستروں سے بیشتر وقت الگ رہتی ہے، اپنے رب کو اُس کی ناراضگی کے خوف اور کوتاہیوں کی معافی اور اُس کی خوشنودی کی طمع کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ بھی اس دنیا میں ہم نے اُنھیں بخشا ہے اس میں سے اللہ کو خوش کرنے کے لیے ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ہم نے ایسے اچھے اور اپنے فرماں بردار عزیز بندوں کے لیے اُن کے اعمال کے بدلے میں جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان چھپا کر رکھا ہے کسی کو اُس کی نہ خبر ہے نہ اندازہ[69]! بھلا یہ ممکن ہے کہ جو مومن، نیکوکار ہیں اور منکرینِ توحید و آخرت، جو فاسق ہیں برابر ہو جائیں ! یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے لیے تو سکون و راحت کی قیام گاہیں ہوں گی جو اُن کے اعمال کے بدلے میں اُن کے استقبال کے موقع پر نشانِ امتیاز کے طور پر اُن کو حاصل ہوں گی۔ اور جنھوں نے انکار کیا، نافرمانی اور بغاوت کی اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب بھی کبھی وہ اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے دوبارہ اسی میں دھکیل دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ چکھو اب اُس عذاب دوزخ کا مزا جس کا تم انکار کرتے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۱۵-۲۰]

اسلام کی دعوت جس سوسائٹی میں برپا ہو وہاں مخالفین کے لیے صرف آخرت کے عذاب کی

---

۶۹ قَالَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُولُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِینَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَی قَلْبِ بَشَرٍ. اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ سورة السجدة آیة ۱۷ وَإِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیرُ الرَّاكِبُ فِی ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: وَظِلٍّ مَمْدُودٍ سورة الواقعة آیة ۳۰، وَلَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا، اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیَاةُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ سورة آل عمران آیة ۱۸۵

وعید نہیں، دنیا کا عذاب بھی لازمی آتا ہے

ایک اور بات جو ان آیات میں قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک سنت بیان کر رہے ہیں کہ آخرت میں جو سزا ہونی ہے وہ تو ہوگی ہی ہوگی۔ اس تحریک کی مخالفت کرنے والوں کو اللہ دنیا میں بھی یکے بعد دیگرے چھوٹے موٹے عذابوں سے دوچار کرتا رہے گا کہ شاید منکرین اللہ کو پہچانیں، گڑگڑائیں اور انھیں دین کی طرف واپس پلٹ آنے کا خیال آئے اور اگروہ پھر بھی رجوع نہ کریں تو جبار و قہار مالک الملک اُن سے انتقام لینے کی دھمکی دیتا ہے۔

ان منکرین کو اس بڑے آخرت کے عذاب سے پہلے ہم اِسی دنیا میں کسی نہ کسی طور عذاب کا مزا چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ توبہ کریں اور باز آجائیں اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے یاددہانی کی جائے اور پھر وہ ان پر توجہ نہ دے۔ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔" .... [مفہوم آیات ۲۱-۲۲]

اللہ کی کتاب یا تو حاملین کو حکمراں بناتی ہے یا اللہ کے انتقام کا نشانہ

سورۃ اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہی ہے، بظاہر اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے رسالت اور کتاب کے بارے میں شک کرنے والوں کو موسیٰؑ اور ان کو دی جانے والی کتاب تورات کی مثال سے سمجھایا جارہا ہے کہ اسی طرح محمد ﷺ اور قرآن تمھارے سامنے ہے، وہ اللہ کے عذاب اور انتقام کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ ایمان اور صبر کے ساتھ دین پر جماؤ ہی اقوامِ امم کی امامت کا سبب بنتا ہے اور اس سے روگردانی اللہ کے انتقام اور عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ روئے سخن پھر اہلِ مکہ کی جانب براہِ راست پھرتا ہے اور انھیں عاد ثمود اور قومِ لوط کی گزری ہوئی قوموں کے آثار سے سبق لینے کی نصیحت کی جاتی ہے کہ اہلِ مکہ ان سے خوب واقف تھے کیوں کہ وہ اپنے تجارتی اسفار کے دوران ان پر سے گزرا کرتے تھے۔

---

۷۰ آج جب یہ سطور میں لکھ رہا ہوں تو مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ساری دنیا میں کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں کی اکثریت اللہ کے ان عذابوں اور انتقام کی پکڑ میں ہے اور قیامِ پاکستان سے اس کے دولخت ہوجانے تک اور اس کے بعد سے آج تک ہم اللہ کے دنیاوی عذابوں اور انتقاموں کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے کر رہے ہیں [تحریر جولائی ۲۰۱۵ء]

اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، لہٰذا تم کو یومِ انتقام اور جزا و سزا کے بارے میں کوئی شک نہیں کرنا چاہیے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے اُس کتاب کو ذریعہ ہدایت بنایا تھا، اور جب تک انھوں نے فرماں برداری میں ثابت قدمی اور جماؤ دکھایا ہم پر اور ہماری آیات پر یقین رکھتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے حکم راں اور رہ نما پیدا کیے جو ہمارے حکم کے مطابق چلتے اور رہ نمائی کرتے تھے[71] جب ایمان و صبر کی راہ سے ہٹ گئے تو باہمی نزاع شروع ہو گیا، یقیناً اللہ قیامت کے روز اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جس میں یہ حاملینِ کتاب [اپنے مفادات کی خاطر] باہم اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اور کیا اِن مکہ والوں کو قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط کے حالات اور انجام سے کوئی سبق اور ہدایت نہیں ملی کہ دیکھیں ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک کر چھوڑا ہے جن کی بستیوں کے کھنڈرات میں آج یہ اپنے تجارتی اسفار کے دوران گزرتے ہیں؟ گزری قوموں کی تاریخ میں بڑی نشانیاں ہیں، اے محمد ﷺ تمھارے سنانے سمجھانے سے کیا یہ سُنتے سمجھتے نہیں ہیں؟ [مفہوم آیات ۲۳-۲۶]

سننے سے تو یہ معذور تھے کیا یہ آنکھوں کے بھی اندھے ہیں؟ کیا تمھارے مخاطبین نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا کہ ہم ایک بنجر زمین کی طرف پانی بہا لاتے ہیں، پھر اسی زمین سے وہ لہلہاتی فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے مویشیوں کو اور ان کو خوراک میسّر آتی ہے؟ کیا یہ منظر اللہ کی الوہیت، قدرت اور آخرت میں اُٹھائے جانے پر ان کو یقین و ایمان عطا نہیں کرتا؟ یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اے محمدؐ آخر یہ فیصلہ کا دن کب آئے گا، بتاؤ اگر سچے ہو؟ ان سے کہو جنھوں نے کفر کیا ہے اُن کے لیے فیصلے کے دن کو دیکھ کر ایمان لانا بالکل مفید نہ ہو گا اُس دن کے واقع ہونے کے بعد اُن کو کوئی مہلت نہ ملے گی۔ اگر یہ اُسی دن کے دیکھنے کے لیے مصر ہیں تو ان سے گفتگو بے کار ہے، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور اُسی دن کا انتظار کرو، اور یہ بھی منتظر رہیں۔ ...... [مفہوم آیات ۲۷-۳۰]

☆☆☆☆☆

---

۷۱ مکہ میں جہاں ابھی نبوت کے پانچویں برس کا آغاز ہے، ہر طرف نبی ﷺ کی دعوت کے خلاف اعتراضات کا ایک طوفان ہے اور ظلم و تشدّد کا دور شروع ہوا چاہتا ہے، اِن بظاہر بے یقینی کے حالات میں مالک الملک یقین دلا رہا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے دنیا کی امامت و حکم رانی ملا کرتی ہے، یہی وہ بات ہے جو اس زمانے میں نبی ﷺ نے بار بار کہی ہے کہ میرے ایک کلمے کو تسلیم کر لو، عرب و عجم کی بادشاہی حاسل کر لو گے۔